سنہ ۱۳۰۹

مقصود عمدۃ اولی الالباب

[illegible] کہ درین زمان حیثیت القرآن [illegible]
اور [illegible] حالات نوابان [illegible]

نوادر عجیبہ

موسوم بہ

سوانح احمدی

مولفہ جناب منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری بنظر ثانی و تصحیح تمام
جناب مولوی امجد علی صاحب [illegible] دہلوی سلمہ اللہ القوی

در مطبع فاروقی دہلی باہتمام محمد معظم طبع شد

قیمت [illegible] جلد [illegible] ۱۰۰۰ جلد

صاحب کا دل خوش کرنیکے واسطے ایکدو روز آپ اُسپر بیٹھ گئے اسی عرصہ مین ایکروز ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس رضائی نہین ہے اور جاڑے سے مرتا ہون تب آپنے وہی قالین اُسکے حوالہ کردیا ۞

بنارس سے روانہ ہوکر حضرت سید صاحب سلطان پور اور اُسکے مضافات کو جہان لشکر غلام اعظم والی لکھنؤ کا مقیم تھا تشریف لیگئے اُس لشکر مین ہزارہا مرید آپکے موجود تھے کوئی دو ہفتہ تک وہان قیام کرکے پھر دہلی اپنے مسکن مبارک کو مراجعت کر گئے ۞

صاحب مخزن لکھتا ہے کہ ایام طفولیت سے آپکی طبیعت اور جبلت مین شوق و ذوق اعلاے کلمۃ اللہ و انطفائے نائرہ کفر و بدعت بھرا ہوا تھا اسواسطے ہر گھڑی اور ہر ساعت جہاد اور قتال کفار کا ارادہ کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی گو کافر تھی مگر اُسکی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکار انگریزی کی بے رو ریائی اور وجہ موجودگی ان حالات کے ہماری شریعت کے شرائط سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کو مانع تھین اسواسطے آپکو منظور ہوا کہ اقوام سکھ پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکامات شریعت کی حارج اور مانع تھے جہاد کیا جائے مگر جہاد کا کام ایسا نہین ہے کہ جھٹ پٹ انجام کو پہونچ جائے اور اس سے فارغ ہوکر اپنے گھر کو لوٹ آئے لہذا آپنے چاہا کہ جہاد کرنے سے پہلے فرض حج کو ادا کرلین اور بعد ادائے اس فرض کے سکھون سے جہاد شروع کرین - آپنے سنہ ۱ اپنے دلمین ٹھانکر ارادہ حج کے اطلاعی خطوط بنام ساکنان دہلی و پھلت و سہارنپور وغیرہ روانہ کردیئے اور مولوی محمد اسمٰعیل شہید اور مولوی عبد الحئی صاحب کو بھی اسی کام کی تیاری کرنے اور اپنا اپنے قبائل لانے کے واسطے دہلی کو بھیجدیا - جب یہ اطلاع آپکے مریدون اور خلیفون کو پہونچی تو وہ لوگ اپنے اپنے باغ اور زمین وغیرہ فروخت کرکے دہلی مین آکر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس جمع ہوگئے اور عرائض اپنے شمولیت حج کے لکھکر حضور سید صاحب کے روانہ کین ۞

ان دنون مین کہ آپ تیاری حج کی کررہے تھے ساکنان کانپور و کوڑہ و جہان آباد و کھجوہ و فتح پور و دلمئو کی بہت سی عرضیان بطلب حضرت کے پہونچین - صاحب مخزن لکھتا ہے کہ قبل از روانگی اس سفر کانپور کے آپنے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اس دور دسیر مین بہت سے انعامات و سعادات کا مجھسے وعدہ فرمایا ہے تو بھی (یعنی صاحب مخزن) اس سفر مین ہمارے ساتھ چل اور یہ ایضا و پر واجب کرلے کہ بعد ادائے نماز فجر تا اشراق اور بعد ادائے نماز عصر تا مغرب ہماری مجلس مین حاضر ہوکر فائدہ اخروی اُٹھایا کر - غرض آپ دہلی سے روانہ ہوکر دیہات مظفر نگر کو ہدایت کرتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد دریائے گنگا سے پار ہوکر آپ کانپور پہونچ گئے اور وہان سید محمد یٰسین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا - کانپور مین بھی ہزارہا خلقت آپکی بیعت سے مشرف ہوئی منجملہ بیعت کرنیوالون کے سنڈرو صاحب فرنگی کی عورت تھی جسنے بعد بیعت کرنے کے ساتھ

دو ایک قدم رنجہ فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہے حضرت نے قبول فرمالیا اور شیخ مظہر علی صاحب اُسیوقت گھوڑے پر سوار ہو کر براہ خشکی اپنے مکان کو تشریف لیگئے اور حضرت مع قافلہ بسواری کشتی محاذی وحیدسے کے پہونچ گئے قریب پہر رات گئے شیخ مظہر علی صاحب مع طعام سارے قافلہ کے حاضر ہوئے کھانا اس کثرت سے تھا کہ سارا قافلہ سیر ہو کر ناشتہ کے واسطے بھی بچ رہا صبح کو قریب تین سو آدمیوں کے بیعت سے مشرف ہوئے پھر لنگر وہاں سے اٹھایا گیا جب کشتی محاذی موضع ڈگڈگی کے پہونچی تو شیخ محمد پناہ مع اپنے فرزند شیخ محمد کفاہ کے کنارہ دریائے گنگا پر کھڑے ہوئے باواز بلند کشتیوں کو اپنی طرف بلاتے تھے حسب ایماء سید القافلہ کشتیاں کنارہ پر پہونچیں تو اُسوقت وہ دونو صاحب کشتیوں میں چڑھ آئے اور حضرت سے مصافحہ و معانقہ کرکے عرض کیا کہ مدت سے خبر تشریف آوری حضور کی سنکر اسباب مہمانی کا تیار کر رکھا ہے اور دور دور سے بہت سے آدمی آکر باُمید حصول بیعت ہمارے مکان ڈگڈگی میں جمع ہیں اگر دو تین روز یہاں قیام فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہے تب حضرت نے قیام کرنیکا حکم دیا سب اہل قافلہ کشتیوں سے اتر پڑے شام کو بہت آدمی آپکی بیعت سے مشرف ہوئے اُس بستی میں بہت سے چبوترے امام حسین کے نام سے بنے ہوئے تھے حضرت نے معلوم کرکے اُنکے گرا دینے کا حکم دیا اُن لوگوں نے اُسی شب تاریک میں پھاوڑہ اور بیلچے اپنے گھروں سے لاکر فوراً اُن نشانات شرک کو گرا کر زمین کے ہموار کردیا - اور بہت سے علم اور شدے اور پنجے وغیرہ اُنکے گھروں میں موجود تھے سب کو توڑ پھوڑ کر اُنکی چاندی بقدر دو سو روپیہ کے تھی حضرت کے حوالہ کرکے کہا کہ پہلے یہ مال نذر شیطان کا تھا اب آپکے ذریعہ سے اصلی طور پر روح پر فتوح حضرت امام حسین کو پہونچا دوسرے دن قریب شام کے اُس گانو سے رخصت ہو کر کشتیوں پر پہونچے اُسوقت حضرت نے کھانا پکوانے کا حکم دیا لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں سے کنارہ آدھ کوس ہے اور ابر محیط ہو رہا ہے راہ میں کیچڑ پانی اسقدر ہے کہ راہ چلنا محال ہے اسوقت کھانا پکانے کا بندوبست نہیں ہو سکتا - اُس رات سارے قافلے میں مع عورتوں اور بچوں کے فاقہ کا سامان تھا - ہر ایک خاموش اور شاکر و صابر تھا جب نماز عشا کی ہوچکی اُسوقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دور و دراز سے دو تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہونچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار اور بہت سا کھانا قسم قسم کا بہنگیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے - اُسنے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں - جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا اور بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اسطرف تعینات کر رکھے تھے آج انہوں نے مجھکو خبر دی - سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کرکے لایا ہوں

براہِ بندہ نوازی اسکو قبول فرمائیں - حضرت نے اپنے آدمیون کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنون میں لیکر
قافلے میں تقسیم کردو - قریب دو گھڑی تک وہ انگریز حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لیکر مع اپنے آدمیون
کے واپس چلا گیا - وہ انگریز ایک نیل کا سوداگر تھا اُسی کنارہ کے قریب اُسکا نیل کا کارخانہ تھا اس تقریب
سے وہان وہ سکونت رکھتا تھا - اور در اصل اس قافلہ کو اللہ نے اس رات بھوکا رہنے نہ دیا -
اور اپنی قدرت کے ظاہر کرنیکو ایک نصرانی غیر ملک کے آدمی کے ہان سے کھانا پہونچا دیا - وہان سے چلکر
رام چورہ کے گھاٹ پر لنگر ڈالا گیا اُس گھاٹ پر شیخ حسن علی جو ایک مریدان خاص حضرت سے تھے پیشتر
سے منتظر کھڑے تھے انہون نے تین روز تک سارے قافلے کی دعوت کر کے چوتھے روز آپ بھی مع اہل و عیال
خود بارادۂ حج بیت اللہ شمول قافلہ ہو گئے اُسدن ایک زمیندار موضع دھینی کا سارے قافلہ کی دعوت کا
سامان لایا پانچویں روز وہان سے لنگر اُٹھا کر بیرواگھاٹ پر شہر الٰہ آباد میں لنگر ڈالا گیا اور سارا قافلہ مع زن و
بچہ حسب تجویز شیخ غلام علی صاحب کے راجہ اودت نرائن کی بارہ دری میں جو برلب دریا تھی فروکش ہوا ۔
الٰہ آباد میں پندرہ روز تک شیخ غلام علی صاحب نے سارے قافلہ کی دعوت کی شیخ صاحب اکہتر بار روپیہ روزانہ دعوت
قافلہ پر خرچ کر کے عمدہ عمدہ کھانے پکوا کر کھلاتے تھے اور کھانا بھی اس کثرت سے آتا تھا کہ صدہا مساکین الٰہ آباد
کے پندرہ روز تک قافلہ کے ساتھ ہی کھاتے رہے - الٰہ آباد تک پہونچنے میں تعداد مردمان قافلہ کی سات سَو
ہو گئی تھی - شیخ غلام علی صاحب نے تیرہ صد خیمے اور ہر ایک حاجی کے واسطے ایک ایک جوڑہ پارچہ احرام اور
ہر ایک اہل قافلہ کے واسطے ایک ایک روپیہ نقد اور حضرت کے قرابتداروں کے واسطے دس دس روپیہ
نقد اور خود حضرت کے واسطے چار ہزار پانسو روپیہ نقد نذر کئے - یہان الٰہ آباد میں بھی ہزارہا خلقت آپکی بیعت
سے مشرف ہوئی - شاہ اجمل صاحب تکیہ والے مشہور مشائخون میں سے بہت لوگ آپکے مرید ہوئے -
دو تین ہفتے کے بعد الٰہ آباد سے رخصت ہو کر مرزاپور میں لنگر ڈالا گیا وہان شیخ عبد اللطیف صاحب سوداگر نے
ایک ہفتہ تک سارے قافلہ کی مہمانی بڑی دھوم دھام سے کی چار ہزار روپیہ نقد حضرت کو نذر کئے اور خود بھی
بارادۂ حج شریک قافلہ ہو گئے - یہان بھی ہزارہا خلقت آپکی بیعت سے مشرف ہوئی بعد ایک ہفتہ کے مرزا
پور سے روانہ ہو کر دو تین روز چنار گڈھ میں قیام رہا اور وہان سے چلکر داخل شہر بنارس ہوئے - چونکہ اس شہر میں
آپکے مرید اور مخلص کثرت سے موجود تھے اور بوجہ شدت بارش کے موسم بھی قابل سفر دریا کے نتھا اسواسطے ایک ماہ
تک بنارس میں قیام کیا گیا دو نو وقت سارے قافلہ کی دعوتین ہوتی تھیں حیات النساء بیگم اور شاہزادگان
خاندان تیموریہ جو پہلے سے آپکے مریدون میں تھے بڑی تواضع سے پیش آئے نماز عید الضحیٰ بھی اس شہر میں ہوئی
اور گوشت قربانی اس کثرت سے جمع ہوا تھا کہ سواے مردمان قافلہ کے صدہا باشندگان بنارس اُسی گوشت کو

الٰہ آباد میں شیخ غلام علی صاحب [illegible] کا بیان

بھی اپنے کلمات ہدایت آمیز سے سرفرازی بخشی۔ حضرت نے مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید کو انکے پاس بھیجدیا اُسدن قریب دس ہزار کے ہجوم اور صاحب لوگ آپکا وعظ سُننے کو جمع ہوے مولوی صاحب کے ساتھ فقط ایکہی رفیق اور حاجی حیوان بخش صاحب سوداگر تھے۔ مولانا نے سورۂ مریم کا بیان شروع کیا اور اس زور شور اور فصاحت اور بلاغت سے یہ بیان ہوا کہ دس ہزار سامعین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں بعضوں رومال سے آنسوؤن کو پونچھتے پونچھتے رومال تر ہوگئے تھے بعد اختتام وعظ کے انگریزون نے بہت سی اشرفیان بطور انعام کے آپکو دینی چاہین مگر مولانا نے قبول نہین فرمائین اور کہا کہ ہم لوگ محض خدا کے واسطے بیان کرتے ہین اور اسکا عوض کسی سے نہین لیتے۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ مین جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہین اُسکے جواب مین مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہین ہے اسوقت پنجاب کے سکھون کا ظلم اس حد کو پہونچ گیا ہے کہ اُنپر جہاد کیا جائے۔

اسوقت قیام کلکتہ کے ایک بڑے مشہور دہریے فاضل عبدالرحیم معروف بہ عبدالرحیم سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے بحث کر کے اُسکو راہ راست پر لانا چاہا تھا کیونکہ یہ عبدالرحیم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا شاگرد اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کا ہم سبق تھا۔ اسکی طبیعت روز اول سے نہایت پیچیدہ اور بلا کی تیز تھی اسکے ٹیڑھے اور پیچیدہ سوالون کو سنکر شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ اس طالب علم سے مجھکو اندیشہ ہے کہ کہین دہریہ نہو جائے سو موافق اس پیشین گوئی کے بعد تحصیل علم معقول کے یہ شخص دہریہ ہو گیا تھا خدا کا بھی قائل نہ تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ میرے نزدیک قابل تعظیم فقط سورج ہے جس سے بہت نفع عالم تکوین کو پہونچتا ہے اسکو جو کچھ سوجھا ہے اسکے سوا اور کوئی شئے قابل عبادت و تعظیم نظر نہین آتی صبح شام یہ شخص سورج کو سلام کر لیا کرتا تھا ایسا بڑا عالم تھا کہ کلکتہ کے سب مولویون کو طفل مکتب کہا کرتا تھا بلکہ ہندوستان بھر مین کسی مولوی کے علم کا قائل تھا مولوی اسمٰعیل کو کہا کرتا تھا کہ وہ ایک اچھا طالب علم اور ذہین آدمی ہے اس گھمنڈ سے سید صاحب کی خدمت مین بھی حاضر نہوا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے بوجہ اُلفت ہم مکتبی اُسکو سمجھانے اور قائل کرنیکا ارادہ کیا تھا مگر افسوس ہے کہ یہ شخص شقی ازلی تھا مولانا صاحب کے اس ارادہ سے واقف ہوکر فوراً کلکتہ سے بھاگ گیا اور جہاں تک مجھکو علم ہے اسی عقیدۂ کفر پر مر گیا اور بمقابلہ نوشتہ تقدیر کے وہ علم اور شاہ صاحب کی صحبت اُسکو کچھ کام نہ آئی بلکہ اسکے علم نے بھی باتباع نوشتہ تقدیر کے اُسپر اُلٹا اثر ظاہر کیا۔

تین مہینے کامل حضرت کا قیام کلکتہ مین رہا جب تبلیغ احکام الٰہی بخوبی پوری ہو گئی تب یہان سے

کدورت کاوش نہ کسی میں نہ ریا و کینہ
کیا کرون قافلہ سالار کا اسکے مین بیان
عادل و عالم و عابد بشر والا ہمت
عاقل و فاضل و راحم زکی و عالی طبع
ترک تجرید و توکل مین فرید دوران
معدن لطف و حیا مجمع جود و ہمت
بحر جود و کرم گلشن عرفان نبی ؐ
صدق مین ثانی اثنین کی ہاشند قوی
شرم مین حضرت عثمان سا جون بحر حیا
طور اور طرز مین سب طینت اصحاب نبی
وعظ مین اسکے یہ تاثیر کہ پڑھلین کلمہ
سید صفدر و عالی نسب زینت دین
سید احمد و عالی حسب و فخر زمان
ہوتا معصوم اگر بعد نبی کے کوئی
سینۂ صاف سے اسکے ہے خجل آئینہ
حق مین گمراہون کے تاثیر جو کچھ ہے اسکی
ہو جو صحبت سے تیری تخلیہ تحلیہ
اسم اعظم کو جو پڑھ کر ہے وہ کوئی دم
خار کو ہاتھ لگا دے تو وہ ہو گلدستہ
رنگ مین گو کہ ہے سرخ بسان یاقوت
اسکی نظرون سے گرے سنگ تو ہو پشک کرم
ناخدا ہوئے حقیقت کا یہ ہے کشتیبان
علم کو اسکے مگر علم لدنی کہیئے
آب پاشی سے تیری قوت بازو کے بزور
فیض ہے تیرے نمازی ہوئی خلقت ہیہات

نہ حسد دل مین تکبر نہ کبھی سے اندر
جسکے اوصاف مین تحریر و بیان سے باہر
اشجع و افصح و الحق سخی و نیک نظر
زاہد و متقی و صابر و زیبا منظر
علم اور خلق و دیانت مین وحید اکبر
مخزن عفت و الفت شرف نوع بشر
مشعل راہ طریقت بحقیقت رہبر
حیا اور جہد مین اسلام کے ثانی عمر
اور صف جنگ مین ہم طرز علی صفدر
قاف سے راہ شریعت مین ہے مستحکم تر
یعنی کوہ قاف سے
لات و عزی و منات اور ہبل بھی فرفر
زیب اسلام و امام حق و عاجز پرور
رہبر راہ شریعت خلف پیغمبر
ہوتی اس عصر مین عصمت بھی اسکے اندر
نور ایمان سے ہے قلب مصفی گوہر
جوشش خون مین کرے کام نہ ایسا نشتر
لاکھون سے بھی باطن مین نہ ہوتا اثر
ہون طلا تقشے مین کہسار کے سارے پتھر
رشک الماس ہو گر ہاتھ مین لیلے کنکر
سرد ہو یخ کی طرح ہاتھ مین اسکے اخگر
کوئلہ ہاتھ مین اسکے ہو مثال عنبر
بحر ذخار طریقت کا حقیقی ہمسر
جو کہ آتا ہے اسے ہے وہ کسے مستحضر
پھر کے سرسبز ہوا خشک شریعت کا شجر
پڑھے بیمار بھی ہزیان مین سورہ کوثر

[illegible]

وطن میں پہونچکر کچھ عرصہ تک تو مرمت مکانات میں جو آپکی ایام غیر حاضری میں ٹوٹ پھوٹ گئے تھے آپ مصروف رہے اُس سے فارغ ہوکر سفرِ جہاد کی تیاری کرنے لگے اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور مولوی عبدالحی صاحب وغیرہ علماء کو واسطے بیان کرنے مضامین ترغیب ہجرت اور جہاد کے اطراف ہندوستان میں روانہ کردیا گیا اسوقت سید صاحب کے مکان پر بجائے مراقبہ اور مشاہدہ اور توجہ دہی کے فضیلت ہجرت اور جہاد کا بیان اور تلوار و بندوق کی صفائی اور قواعد و چاندماری اور گھوڑ دوڑ ہوا کرتی تھی اب بجائے صوفی و درویش ہر شخص سپاہی بنگیا تسبیح کی عوض ہاتھ میں تلوار اور فراخ جُبّہ کی جگہ چُست اخالق اور ہتیار سربند لباس ہوگیا جن لوگون نے آپکے تابعین کو پہلے بصورت درویشانہ اور اب بلباس و وضع سپاہیانہ دیکھا تو انکو سخت حیرت تھی - ان دنون میں جو کوئی تحفہ تحائف آپکے لیئے لیکر آتا تو اکثر ہتیار یا گھوڑے ہوتے تھے - انہی دنون میں شیخ فرزند علی صاحب غازی پور زمینیا سے دو نہایت عمدہ گھوڑے اور بہت سے وردی کے کپڑے اور بیالیس جلد قرآن مجید تحفۃً لیکر آئے - اور سب سے عجیب تحفہ جو شیخ صاحب موصوف لیکر آئے وہ امجد نام اُنکا ایک نوجوان بیٹا تھا جسکو انہون نے مثل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے راہ خدا میں نذر کرکے سید صاحب کے حوالہ کردیا اور عرض کیا کہ اسکو اپنے ساتھ جہاد میں لیجائے اور تیغ کفار سے اسکی قربانی کرائیے - اسوقت ہر شہر و قصبہ و گانو واقعہ برٹش انڈیا (یعنی انگریزی عملداری واقع ہند) میں علانیہ سکھون پر جہاد کرنیکا وعظ ہوتا تھا - مگر براہ دور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس اعظم الہ آباد کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی و مغربی کو بھی اس تیاری جہاد سکھون کی اطلاع دی گئی تھی جسکے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں اسکے بعد جب سید صاحب ملک یاغستان میں پہونچکر سکھون سے جہاد میں مصروف تھے اُسوقت ایک مبلغ سات ہزار روپیہ کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحٰق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں وصول نہونے پر اُس سات ہزار روپیہ کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہوکر ڈگری ہوا اور پھر ہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی (ہائی کورٹ) آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی بحال رہا +

مولوی مرتضیٰ خانصاحب لکھتے ہین کہ جب سید صاحب حج کو تشریف لیگئے تو انکی غیبت میں مراقبہ وحدانیت میں مجھکو بہت خلجان ہوا کرتا تھا الحاد کی نوبت پہنچنے والی تھی اور سب سے زیادہ مشکل یہ تھی کہ اُسکے ترک کرنیکا بھی مجھے اختیار نہ رہا تھا - رامپور وغیرہ کے سب صوفیون اور درویشون سے اُس خلجان کا علاج پوچھتا پھرتا تھا کسی سے اُس درد کی دوا نہ بن آئی - ایک باکمال درویش نے مجھ سے یہ کہا کہ خانصاحب

[illegible]

اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے) اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے
یہ اور وجہ قرآن و حدیث میں آیا ہے ویسے ہی ہم بھی سمجھتے - اور دوسری بات اسمیں یہ ہے کہ کعبہ عوام کے
واسطے ثواب کی جگہ ہے جیسا کہ فرمایا ہے مثابۃ للناس (یعنی ثواب کی جگہ واسطے لوگوں کے) سو وہ ان
اور طواف کرنے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور خواص کو ایک نسبت خاص ہے
جو عوام کو نصیب نہیں۔ پس اس نسبت کو اسطرح پر سمجھنا چاہیئے کہ جب مرید مرشد کے روبرو بیٹھتا ہے اور مرشد
کے انوار اور برکات حسب استعداد مرید کے مرید پر اثر کرتے ہیں تو مرید کا باطن انوار سے مالامال ہو کر ذوق و شوق سے
بیقرار ہو جاتا ہے پس مرید بیساختہ چاہتا ہے کہ مرشد پر فدا ہو جائے اور قدم چومے مرشد اسکا شوق و ذوق دیکھکر
اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے تاکہ وہ بیقرار دست بوسی کرکے اپنی تسکین کرلے۔ اسی طرح پر ارباب نسبت جب طواف
میں مشغول ہوتے ہیں تو انکا باطن شوق و ذوق سے نہایت بیقرار ہو جاتا ہے وہ لوگ اسوقت حجر اسود کا
بوسہ لیکر اپنی تسکین کر لیتے ہیں۔

یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ سکھوں سے جہاد کرنیکو تشریف لیجاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا
کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنیکو کیوں جاتے ہو انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں
ہیں گھر کے گھر میں انسے جہاد کرکے ملک ہندوستان لے لو یہاں لاکھوں آدمی آپکا شریک اور مددگار
ہو جاویگا کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کرکے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان میں جانا اور وہاں
برسوں رہکر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جسکو ہم لوگ نہیں کرسکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا
کہ کسیکا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد ہے بلکہ
سکھوں سے جہاد کرنیکی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ فرائض
مذہبی ادا کرنیکے مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز
آجاوینگے تو ہمکو انسے لڑنے کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور
تعدی نہیں کرتی اور نہ انکو کسی فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم انکے ملک میں علانیہ وعظ
کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اسکو
سزا دینے کو تیار ہیں ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی و احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک
اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون
بلا سبب گراویں۔ یہ جواب باصواب سنکر سائل خاموش ہو گیا اور اصلی غرض جہاد کی سمجھ لی۔

صاحب مقالات طریقت لکھتے ہیں کہ جن ایام میں آپ ٹونک میں تشریف رکھتے تھے ایک روز

خیال کرے کہ حق تبارک و تعالیٰ اسکو جانتا اور دیکھتا ہے اور اپنے تئین خلوت اور جلوت بلکہ سارے حالتون
مین تنہا نہ جانے اور اسکا خیال ایسا ہو جائے کہ گویا اسکے ہمراہ ہر وقت ایک ایسا شخص موجود ہے جو علاقہ پدری
و علاقہ تربیت اور ولایت اور علاقہ سلطانی و آقائی و آبائی و استادی و پیری وغیرہ علاقہ محبت اسکے ساتھہ رکھتا ہے
اور بعض وقت جو دوسری پر اکتفا نہ کرے بلکہ یہ یقین بھی ذہن نشین کرے کہ وہ شخص دیکھکر اور سنکر اطاعت مطیع کی اور
اخلاص مخلص کا قبول فرماتا ہے اور اسپر تحسین و آفرین کرتا ہے اور قرب و وجاہت دنیا مین اور ثواب
جزیل عقبیٰ مین عطا فرماتا ہے اور گناہ گناہگار کے دیکھکر اسپر لعنت و نفرین کرتا ہے اور ذلت و خواری دنیا
مین اور عذاب شدید عقبیٰ مین کرتا ہے اور دستگیری اور بندہ نوازی اسکی شان ہے اور ایقان اسقدر اسپر غالب آجائے
کہ حال اسکا مانند اس شخص کے ہوجائے کہ جسکو کسی نے پکڑکر دریائے ذخار کے اوپر لٹکا رکھا ہے - پس جب وہ
شخص دریا کو دیکھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ مین گرا اور غرق ہوا اور جب آسمان کو دیکھتا ہے تو وہانتک اپنا
پہنچنا محال نظر آتا ہے پس ثبات اور حیات اپنی سوا اس شخص کے کہ جسنے اسکو لٹکا رکھا ہے کسیکے ہاتھہ مین
نہین دیکھتا ہے پس تہ دل سے جانتا ہے کہ جب تک وہ میرا ہاتھہ پکڑے ہوے ہے امواج بحر ذخار اور گرد باد تند
مجھکو کچھ ضرر نہین پہنچا سکتی اور جب اسنے میرا ہاتھہ چھوڑا تو میرا ایک چھینٹی اور ایک ادنیٰ چھوٹی سی موج دریا
اور ایک ہلکا سا جھوکا میری ہلاکت کے لئے کافی ہے - اسیواسطے بزرگان اس طریق نے سلاطین جبابرہ سے
باوجود قلت اپنے مددگارون کے کھلم کھلا مقابلہ کیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مقابلہ
فرعون جیسے زبردست بادشاہ سے مشہور ہے اور اس جزو زمان مین جب مقدمہ خادمان سید صاحب
عدالت انبالہ وغیرہ مین پیش ہوا تو وہ مسلمان ملزم بھی بلاخوف ایسی بہادری اور جرأت سے حاکم عدالت کو
جواب دیتے رہے کہ جنکو سنکر سامعین حواس باختہ ہوے جاتے تھے - پس جب مراقبہ عظمت کا اسطرح کمال کو
پہنچ جاتا ہے تو توکل کی اصل اور روح انکے ہاتھہ آجاتی ہے اور بعض بزرگ اس مقام پر پہنچکر اہل خدمات مقرر ہوجاتے ہین
غرضیکہ یہانتک سلوک راہ نبوت اور سلوک راہ ولایت کا ایک لب لباب آپکی تعلیمات عجیبہ سے منتخب کرکے
لکھدیا ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہ صراط المستقیم آپکے اصلی ملفوظات کا ملاحظہ کرے ۔

حصہ سوم

اب مین آپکی درویشانہ تعلیمات کو بیان کرنیکے بعد آپکی سپاہیانہ اور بہادرانہ کارنامون کا ذکر شروع کرتا
ہون ناظرین نے اس سوانح کے شروع (صفحہ ۲) مین پڑھا ہوگا کہ اس فقیر جہاد سے سات برس پہلے جب آپنے
بمقام رامپور چند نوآمدہ لاتیون کی زبانی کچھ مسلمان عورتون کو سکھون کا زبردستی کافر کرکے اپنی جورو بنا لینے

کا حال سنا تھا اسوقت بوجہ حمیت اسلامی اور دردمندی ایمانی آپکا خون جوش مار رہا تھا اور آپ دل سے چاہتے
تھے کہ کسیطرح مسلمانان پنجاب کو سکھوں کے ہاتھوں سے نجات حاصل ہو لہذا واسطے ہیچ جب کسی قدر
مسلمان آپکے ساتھ سر دینے کو تیار ہوگئے تو آپ نے محض فی سبیل اللہ ایک زبردست قوم سکھوں سے جنسے اسوقت
سرکار انگریزی بھی دبی ہوئی تھی جہاد کرنے اور مسلمانان پنجاب کے واسطے اپنی جان دینے کا ارادہ کیا اسوقت
آپکے ساتھ قریب بیس پچیس ہزار ہندوستانی کے جان نثار ہوگئے تھے جنہوں نے آپکے پسینہ پر اپنا خون بہانے کا
عہد واثق آپکے ساتھ کر لیا تھا سنہ ۱۲۴۱ ہجری کے شروع میں آپ براہ تھانیسر (جائے ولادت جامع کتاب ہذا)
مالیرکوٹلہ۔ ممدوٹ۔ بہاولپور۔ حیدرآباد سندھ۔ شکارپور۔ جاگن۔ خان گڑھ۔ درہ ڈھاڈر۔ درہ بولن۔
پشین۔ قندہار۔ کابل پھر براہ درہ خیبر داخل پنجاب ہوکر پشاور آئے اور پشاور سے ہشت نگر واقع ملک یوسف زئی
میں پہنچکر کچھ عرصہ تک موضع خویشگی میں ٹھیرے پھر نوشہرہ کو تشریف لیگئے۔ مؤرخوں نے جو آپکے ہمراہ رکاب
تھے آپکے اس دور و دراز سفر کے ہر ایک مقام کا حال اور ہر ایک مقام پر ہزارہا خلقت کا آپکے ہاتھ پر بیعت
کرکے آپکی اطاعت کرنا بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جنگی اقوام
میں سے جو آپکی راہ میں پڑی تھیں لاکھوں خلقت آپکے ساتھ سر دینے کو تیار ہوگئی تھی۔ جب آپ
اس ملک یوسف زئی میں پہنچے تو تمام ملک کے مرد اور عورت مثل پروانہ کے آپ پر فدا ہونے لگے جس
شتر پر آپ سوار ہوکر وہاں پہنچے تھے ہزارہا عورتیں اسکے زین پوش کے جھالر کے تار تبرک کا لیگئیں اور جب
تار باقی نرہے تو اس اونٹ کی پشم کے بال تبرک خلائق لیگئے اور کوئی اونٹ کے پاؤں نیچے کی خاک
اپنے سر اور آنکھوں کو ملتا تھا۔ پہلا مقام ہشت نگر میں ہوا جہاں تین تین غازیوں میں ایک ایک تا ملوٹہ
غلہ [illegible] تقسیم ہوا۔ باوجود اس عسرت کے پھر بھی ہر شخص نہایت شادان و فرحان تھا سید صاحب نے
بعد نماز عصر خطیب ہوکر فرمایا کہ تم لوگ کھانے پینے کی نسبت کچھ تشویش اور فکر نکرو وہ پیدا کرنیوالا انشاءاللہ
غیب سے تمکو برابر روزی پہنچاتا رہیگا۔ بوقت شب شعار مقرر ہوکر ہر ایک سردار کو اسکی اطلاع دیگئی۔ سب غازی
باوجود امتیاز مراتب مثل پروانہ آپکے گرد اگرد بستر کرکے سورہے بوقت تہجد سارے لشکر نے اٹھکر نماز تہجد پڑھی
اور حضرت کی دعا میں شریک ہوئے بعد طلوع آفتاب سردار سید محمد خان برادر خورد امیر دوست محمد خان
بہت سے آدمیوں کے ساتھ آپکی بیعت سے مشرف ہوا ۔

جب آپکے ارادے اور جمعیت لشکر کی خبر دربار لاہور کو پہنچی تو سردار بدھ سنگھ مع دس ہزار لشکر کے
آپکے مقابلہ کے واسطے بھیجا گیا۔ اس سردار نے بمقام اکوڑہ نوشہرہ سے بقدر سات آٹھ کوس کے ہے اپنا
لشکرگاہ کیا۔ لشکر مجاہدین اور لشکر سکھوں کے بیچ میں دریائے لنڈہ حائل تھا ۔

کے مظفر آباد و منصور ہو کر پنجتار کو لوٹ آئے۔ مولانا صاحب ابھی تک پنجتار تک نہ پہنچے تھے کہ راہ میں خبر آئی قافلہ سید
احمد علی صاحب ہمشیرہ زادہ سید صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی اور قافلہ مولوی خرم علی
صاحب بلہوری اور مولوی محمد علی صاحب رامپوری اور مولوی محبوب علی صاحب دہلوی وغیرہ کی جنہیں
چھ سو کے آدمی ہونگے سنی اور یہ بھی سنا کہ مولوی محبوب علی صاحب ایک فساد عظیم برپا کر کے مع بہت سے
آدمیوں کے ہندوستان کو واپس بھی چلے گئے۔ پنجتار میں پہنچکر مولوی محبوب علی صاحب کی واپسی کا
حال اسطرح سنا گیا کہ جب مولوی محبوب علی صاحب مع دیگر قافلوں کے بسبب سد راہ ہوئے درانیوں
کے مقام کندرہ میں ٹھیرے ہوئے تھے تو سید صاحب ہمیشہ خط پر خط بھیجکر انکی تسلی کرتے رہتے تھے کہ ہنوز
جلد راہ امن کی تجویز کر کے تمکو بلا لیتا ہوں۔ اِس عرصہ میں مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی بطور کماند ناکہ
والوں پر جبر اور تعدی کر کے مع اپنے قافلہ کے سید صاحب تک پہنچگئے۔ مولوی محبوب علی صاحب جو
ہر شے سے تیز مزاج اور خودرائے آدمی تھے درانیوں کے سد راہ ہونے کی وجہ سے خفا ہو کر بلا دیکھے بھالے
نشیب و فراز زمانہ کے مقام کندرہ سے سید صاحب کو لکھنے لگے کہ سکھوں کا پیچھا چھوڑ کر پہلے ان کلمہ گو
کافروں یعنی درانیوں سے جنگ و پیکار شروع کرو۔ خیر مولوی صاحب بھی مع دیگر قافلوں کے بخیریت
تمام پنجتار میں پہنچگئے۔ لیکن مولوی محبوب علی صاحب جو راہ کی سختیوں اور درانیوں کی روک سے افروختہ
ہو رہے تھے پنجتار میں پہنچکر بھی وہ برافروختگی رفع نہوئی بلکہ نفس اور شیطان کی شراکت اور ترغیب سے
روز بروز اُسکا شعلہ بڑھتا گیا۔ پنجتار میں پہنچکر مولوی محبوب علی صاحب مجاہدین کی جماعت میں شریک
نہیں ہوئے بلکہ اپنا خیمہ لشکر سے الگ کھڑا کر کے اُسمیں رہنے لگے اور بے تحقیق و تفتیش دیوانوں کی
مانند خود سید صاحب پر اُنہوں نے اعتراضات شروع کر دیئے۔ اوّل اعتراض اُنکا یہ تھا کہ سید
صاحب کا علیحدہ باورچی خانہ کیوں ہے اُسکے جواب میں سید صاحب نے فرمایا کہ یہ علیحدہ باورچی خانہ
مہمانوں کے واسطے ہے جو لگاتار روزانہ چلے آتے ہیں کچھ میری ذات کے واسطے نہیں ہے مگر میں حسب
قاعدہ سنت نبوی مہمانوں کی خاطرداری اور تواضع کے واسطے اُنکے ساتھ شریک طعام ہوتا ہوں اور
صرف وہی غلہ اور بکری و مرغی وغیرہ جو لوگ خاص میری ذات کے واسطے تحفہ اور ہدیہ بھیجتے ہیں
اُسمیں لگتا ہے کچھ بیت المال سے اُسمیں صرف نہیں ہوتا۔ مولوی محبوب علی نے کہا کہ وہ سب تحائف
بھی مجاہدین پر برابر تقسیم ہونے چاہئیں تب سید صاحب نے فرمایا کہ بہت بہتر میں انتظام اس کام کا
آپکے سپرد کرتا ہوں اس کام کو آپ بطور خود جیسے مناسب تصور کریں انجام دیں اور بجائے میرے مہمانوں
کے ساتھ آپ ہی شریک طعام ہو کر اُنکی خاطر اور تواضع کیا کریں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپنے فرمایا ہے کہ ایمان والے آدمی کو ضرور ہے کہ اپنے مہمان کی تواضع اور تکریم کرے (فلیکرم ضیفہ)
پس جب اس اعتراض میں مولوی صاحب کو لاجواب ہوگئے تو انہوں نے آپکی امامت میں قدح کرنا شروع
کیا اُسکے جواب میں سید صاحب نے فرمایا کہ اگر آپکے نزدیک میں لائق اس کام کے نہیں ہوں تو
خود آپ کہ سید اور عالم اور مہاجر جامع جمیع صفات ہیں اس بار گران کو اختیار کریں آپ امام اور میں آپکا تابعدار
ہوں مجھکو کچھ سرداری اور ریاست کرنی مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کام کا انصرام منظور ہے اب آپ ہی
اس کام کو انصرام کریں۔ جب مولوی مذکور کا یہ اعتراض بھی کچھ نہ چلا تو انہوں نے نفس اور شیطان
کی نیابت اختیار کرکے در پردہ اور علانیہ نمازیوں کو بہکانا شروع کیا کہ تمہارے اوپر حقوق زوجہ اور بچوں
اور والدین وغیرہ کے ہیں تم اُن سب حقداروں کے حقوق تلف کرکے یہاں کیوں مفت بیٹھے ہو جب لوگوں نے
کہا کہ جہاد کے واسطے بیٹھے ہیں تو مولوی صاحب نے کہا کہ جہاد کہاں ہے اور کس دن تمنے کون سے کافر کو قتل
کیا اور کونسے ملک میں تمہارا عمل دخل ہوا صبح سے شام تک تم لوگ کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو
جہاد کا نام لینا ایک دیوانہ پن ہے بعض لوگ اس حیلے سے یہاں عیش کرتے ہیں اور تمہاری دنیا اور
آخرت دونو خراب ہیں۔ بہت سے کچے لوگ اُنکے بہکانے میں آگئے اور ہر جماعت میں اسکا چرچا شروع ہوا جو
لوگ صاحب استقامت تھے اُنکو یہ لغو بیانی سراسر ناگوار گذری انہوں نے اسکی فریاد مولوی محمد حسن صاحب
رامپوری سے کی۔ مولوی محمد حسن صاحب نے اول سید صاحب سے اجازت لیکر ایکروز بعد نماز جب سارا
قافلہ حاضر تھا مولوی محبوب علی سے پوچھا کہ تم یہاں کے لوگوں کو کس دلیل سے خارج از جہاد سمجھتے ہو اور یہاں
رہنے کو کس واسطے بے فائدہ اور لغو قرار دیتے ہو۔ مولوی محبوب علی نے کہا کہ تمکو کس کافر سے جنگ در پیش
ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب نے فرمایا کہ جنگ کا نام جہاد نہیں ہے جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ گاہے
ماہے پیش آتی ہے اور جہاد کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں کوشش کرنا ہے مدت دراز تک باقی رہتا ہے
یہ صرف آپکی غلط فہمی ہے کہ قتال کا نام جہاد رکھا ہے اور اُن کوششوں کو جو واسطے اعلائے کلمۃ اللہ کے
لوگ کرتے ہیں آپ بیفائدہ اور عبث قرار دیتے ہو میں آپسے پوچھتا ہوں کہ آپ اسوقت جہاد کا انکار کرکے
دہلی اپنے وطن مالوفہ کو تشریف لیجاتے ہو شاید بتقدیر الٰہی ہمکو کسی دن کفار سے مقابلہ اور قتال کہ جسکو
آپ جہاد کہتے ہو پیش ہوجائے تو آپ اُسوقت اپنی کونسی کرامت سے اُڑکر اس راہ دور و دراز کو طے کرکے
داخل جہاد ہو جاؤ گے۔ مولوی محبوب علی صاحب اس تقریر کو سنکر لاجواب ہوگئے مگر نفس امارہ اور شیطان
نے اُنکو ایسا دل برداشتہ کر رکھا تھا کہ اُنکو اس تقریر سے سوائے ساکت ہوجانے کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوا
اور مثل نائب شیطان بہت سے آدمیوں کو بہکا کر پھر دہلی کے پلاؤ قورمہ پر ہاتھ مارنے کو ہندوستان [illegible]

ہو گئے افسوس ہے کہ اُسوقت تک مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جنگ پکھلی سے واپس نہ آئے تھے ورنہ مولوی محبوب علی صاحب کو مشکل ہے دوبارہ دہلی کے کھانے لاؤں رکھتے ؛

مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کار دار جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا درانی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا ۔ مولوی محبوب علی کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے قافلون کا آنا بند ہو گیا اکثر معاونین جہاد سُست ہو گئے ۔ جب بہت سے خطوط مولوی محبوب علی صاحب کی تکذیب مین لشکر مجاہدین سے ہندوستان مین آئے تب مدتون کے بعد مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب معاونین جہاد کی سعی سے یہ فتنہ محبوبی رفع ہو کر روانگی خرچ اور قافلون کی دوبارہ شروع ہوئی ؛

ان دنون کے واقعات قابل تحریر مین ایک واقعہ جانگداز وفات مولانا عبد الحی صاحب کا ہے جو بمقام خہر در شعبان ۱۲۴۴ ہجری روز یکشنبہ کو واقع ہوا ۔ سارے لشکر کو انکی وفات کا سخت صدمہ ہوا انکا آخری مولوی صاحب مرحوم کی زبان پر یہ تھا الحقنی بالرفیق الاعلیٰ ؛

انہین ایام مین مولوی محمد علی صاحب اور مولوی ولایت علی صاحب اور مولوی عنایت علی صاحب کو ہدایت کے واسطے سید صاحب نے بجانب ہندوستان روانہ فرمایا اسکا مفصل ذکر اُن بزرگون کے سوانح مین تحریر ہو گا ؛

انھین ایام مین سید صاحب کا نکاح اُس کاشغر والی بی بی سے ہوا جسکو سلیمان شاہ بادشاہ ولایت کاشغر نے آپکے نکاح کے واسطے بھیجا تھا ۔ یہ بی بی باجرہ آپکی دختر کی والدہ ہے اور بعد واقعہ بالاکوٹ کے یہ بی بی ٹونک کو چلی آئی تھی اور ۱۲۵۰ ہجری مین بمقام ٹونک انکا انتقال ہوا ؛

سرداران پشاور کی آتش عداوت باشتعال سکھان روز بروز بڑھتی گئی یہانتک کہ سرداران مذکور چار ہزار فوج اور دو توپ لیکر دریائے لنڈہ سے عبور کر کے بمقام اتمان زئی مجاہدین پر حملہ کرنیکے واسطے آن پہنچے ان ایام مین سید صاحب بمقام خہر مقیم تھے ۔ بصلاح ارباب بہرام خان و ارباب جمعہ خان و دیگر خوانین و سرداران سمہ و سوات کے درانیون کے مقابلہ کی تیاریان شروع ہوئین ۔ قریب ایکہزار مجاہدین اور ملکیون کی فوج درانیون کے مقابلہ کے واسطے روانہ کی گئی سید صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بھی بذات خود اس لشکر کے ساتھ تھے جب قریب اتمان زئی کے پہنچکر بذریعہ چند ملکی جاسوسون کے حال لشکر گاہ اور قوت اور ہوشیاری اور غفلت درانیون کا دریافت کر کے اپنے لشکر کو دو حصے کر دیا ۔ ایک حصہ فوج کا ہمراہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے کر کے انکو حکم دیا کہ دشمن کے میمنہ کی طرف سے شبخون مارو ۔ دوسرے حصہ فوج کو آپنے اپنے ہمراہ رکھکر دشمن کے میسرہ پر اتمان زئی کی گانون کی طرف سے حملہ کی تیاریان کین اور نیز دونو لشکرون کو یہ حکم دیا کہ جو شخص

آئی کہ ایک تنکا بھی اپنے ساتھ لیجا نہیں پائے یہانتک کہ انکے پاؤن کے جوتے بھی یہین چھوٹ گئے مجاہدین نے ضرب توپ اور شاہین اور
اونٹ اور ہاتھی اور گھوڑے اور خیمے غیر سامان حرب و ضرب لیا باقی لاکھون روپیہ کا مال تکلی کے لٹیرے لوٹ کر لیگئے جب سید صاحب
کو اس فتح کی خبر پہنچی سجدات شکر باری تعالی بجالا کر مظفر و منصور سارے لشکر کے پنجتار پہنچے سید کو اٹم کو لوٹ آئے جس جس گانو مین سید صاحب
کا نو کی عورتون نے مبارکباد کی دف بجا کر سید صاحب سے انعام لیا۔ اس جنگ مین خود یار محمد خان ایسا
سخت زخمی ہوا تھا کہ پشاور کو بھاگتا ہوا امین موضع ہریان اور ددھیر کے بڑی ذلت اور خواری کے
ساتھ مر گیا اور قریب تین سو درانی مع بہت سے نامی سردارون کے مارے گئے سید صاحب نے پنجتار مین
پہنچکر سپاہ سے ملکی اور مجاہدین کو جمع کر کے لوٹ کی برائیان سنائین اور فرمایا کہ عین معرکۂ جنگ مین
لوٹ کھسوٹ کرنے سے انتظام جنگ خراب ہوجاتا ہے اور لٹیرون کے اعمال صالح حبط ہوجاتے ہین
اور مال غنیمت کا چور دن قیامت کے اُس چوری کے مال کو لیکر دوزخ مین داخل ہوگا۔ اس وعظ کی تاثیر
سے ڈیڑھ سو گھوڑے اور بہت سے ڈیرے اور خیمے اور ظروف وغیرہ لٹیرون نے واپس کر کے سید صاحب
کے حضور مین حاضر کر دیئے کہ وہ سب مال بعد نکالنے خمس نذر اللہ کے حسب قاعدۂ شریعت سوار کو دو حصے اور
پیادہ کو ایک حصہ کر کے تقسیم ہوگیا۔ اُدھر مولوی مظہر علی صاحب نے امیر خان برادر خادے خان اور دوسرے
منافقون کے قلعون پر حملہ کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا تھا وہ بھی اسی قاعدے پر تقسیم ہوگیا۔
اس جنگ زیدہ مین مجاہدین کی طرف سے صرف چار آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے اور سات آدمی زخمی ہوئے
تھے۔ اس واقعہ کے بعد بہت سے منافق مثل امیر خان خٹک وغیرہ غضب الٰہی مین گرفتار ہو کر فنا ہوگئے جس سے
معلوم ہوا کہ منافقون کی ہلاکت اور تباہی کا یہ سال تھا +

سلطان محمد خان برادر یار محمد خان مغضوب نے اس واقعہ کے بعد اسپ موسوم لیلی و مروارید جسکو مدت
سے مہاراجہ رنجیت سنگھ طلب کر رہا تھا اور یہ سردار اُنکے دینے سے انکار کرتا تھا اب سید صاحب سے
خائف ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نذر کر کے طالب اعانت ہوا +

بعد جنگ زیدہ کے تمام ساکنین پشاور و اطراف پشاور نے متفق ہو کر سید صاحب کو پشاور مین
طلب کیا۔ اسوقت پشاور کا یہ حال تھا کہ اگر سید صاحب وہان تشریف لیجاتے تو بے روک ٹوک
اُس شہر پر انکا قبضہ ہوجاتا مگر سید صاحب کو منظور نہین تھا کہ بلا ارسال اعلان نامہ شرعی کے دھوکہ
بازی سے اُس شہر پر قابض ہوجائین اسواسطے واقع ۹ ربیع الاول ۱۲۴۵ ہجری باتفاق سارے جملہ علماء و
رؤسا سے ایک اعلام نامہ شرعی بنام سلطان محمد خان حاکم پشاور اور اُسکے نقول بنام ساکنان پشاور و
اطراف پشاور کے روانہ کی گئین۔ یہ اعلام نامہ بخط فارسی بہت طول طویل ہے جسکو مین یہان درج کرتا

نہیں جانتا اگر اسکا ایک فقرہ جو مجھکو بہت پسند ہے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ یہ فقرہ صفحہ ۲۶ منظورۃ السعداء مؤلفہ مولوی جعفر علی نقوی میں درج ہے سید صاحب لکھتے ہیں "نہ با کسے از امرائے سلاطین منازعت داریم و نہ با کسے از رؤسا و مومنین مخالفت۔ بکفار لیام مقابلہ داریم نہ با مدعیان اسلام۔ سرخہ بادراز مویان (ان دیہان اقوام سکھ جو سر پر بہت لمبے بال رکھتے ہیں مراد ہے) جویان مقابلہ ایم نہ با کلمہ گویان اسلام جویان و نہ با سرکار انگریزی کہ او مسلمانان رعایائے خود را برائے اداء فرائض مذہبی شان آزادی بخشیدہ است"

بایام جنگ زیدہ میاں نظام الدین چشتی مع ہمراہیان خود بخیریت تمام سفارت بخارا سے واپس آگئے انہوں نے بیان کیا کہ وہ نامہ مشتملہ ترغیب جہاد وغیرہ جو بنام شاہ بخارا ہمارے ساتھ تھا اپنی راہ میں پہنچے شاہ کشور حاکم کاشغر اور حاکم فیض آباد و محمد مراد بیگ حاکم قندھار وغیرہ اور بہت رئیسوں کو بھی دکھلا کر امداد و اعانت جہاد میں کیا ہے چنانچہ ہر رئیس نے اس نوید پیام جہاد کو سنکر بہت خوشی ظاہر کی اور بروقت طلب اپنی شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا اور جب ہم بخارا میں پہنچے تو شاہ بخارا نے بھی اس نامہ فیض شمامہ کو پڑھکر خوشی کے نقارے بجوائے اور نہایت اخلاق اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا آخر کو شاہ بخارا کے امیروں اور مشیروں نے براہ حسد شاہ موصوف کو ورغلا کر یہ صورت دکھائی کہ یہ سفیر دراصل بر سلسلہ نصاری (انگریز) کے کام ہندوستان سے آئے ہیں اور براہ دھوکہ بازی امیر المؤمنین سید صاحب اور جہاد کا نام لیکر بیان کیے خبر احوال لینے کو آئے ہیں انکو جلد رخصت کر دینا چاہئے۔ تب شاہ بخارا نے ایک اسپ ترکی اور کچھ دینار اور دو عمدہ یابو بطور ہدیہ دیکر مع جواب نامہ ایں سفارت کو رخصت کر دیا۔

ان ایام میں عبد الحمید خان رسالدار رامپوری جنکا ذکر خیر بمقام ٹونک ورپورٹ چکا ہے ہندوستان سے پہنچا۔ سید صاحب نے بھی عبد الحمید خان مذکور کو ایک خلعت فاخرہ عنایت کر کے اپنے یہاں رسالدار مقرر کر دیا۔ انہی دنوں میں حسب الطلب خان زمان خان رئیس کنکری کے کچھ سوار مع رسالدار مذکور اور چند شاہین اور پیادے ساتھ لیکر سید صاحب موضع تربیلا پر جسپر سکھ قابض تھے بذات خود حملہ کرنیکو تشریف لیگئے اور آسانی سے ایک ہی حملہ میں تربیلا پر قابض ہو گئے مگر اس قبضہ کے بعد ہری سنگھ نلوہ ایک نامی جنرل فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جو اسوقت پانچ ہزار فوج کے ساتھ علاقہ سکندر پور میں تعینات تھا باستماع اس خبر کے اپنی کل فوج کے ساتھ تربیلا پر چڑھ آیا کچھ عرصہ تک تو غازیوں نے اپنے لشکر عظیم کا بہت استقامت اور دلاوری سے مقابلہ کیا لیکن آخر کو تربیلا چھوڑنا پڑا تربیلا سے آکر سید صاحب سید اکبر شاہ کے ستھانہ میں مہمان ہوئے اور وہاں سے چلکر پاینده خان رئیس امب اور عشرہ سے بھی حضرت